اداریہ

ادارہ ثقافت اسلامیہ 1950ء میں قائم ہوا تھا۔ پانچ سال بعد ادارے نے ***المعارف*** کا اجرا کیا۔ ابتدا میں اس کا نام ***ثقافت*** تھا لیکن 1967ء میں جریدے کو ***المعارف*** کا عنوان دیا گیا۔ گویا یہ جریدہ اشاعت کے ساٹھ سال پورے کر چکا ہے۔ اس طویل عرصہ میں ***ثقافت المعارف*** میں شائع ہونے والے مضامین کا اشاریہ ادارہ ثقافت اسلامیہ نے شائع کر دیا ہے جو **محمد شاہد حنیف** صاحب نے مرتب کیا۔

اشاریہ پر سرسری نظر سے بھی یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس جریدے میں علوم وفنون کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے معروف اہل قلم لکھتے رہے ہیں۔ اس حوالے سے ***المعارف*** نے پاکستان میں علم وتہذیب کے فروغ میں قابل ذکر کردار ادا کیا ہے۔

جریدے کو اپنے ماضی پر فخر ہے۔ وہ اپنی روایات کے دوش بدوش عہد حاضر کے تقاضوں کو بھی قبول کرتے ہوئے مستقبل میں اپنا سفر جاری رکھنے کا آرزومند ہے۔ لیکن وہ نئی تحریروں کی عدم دستیابی کے مایوس کر دینے والے مسئلے سے دوچار ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ سبب نہیں کہ لکھنے والے اب نہیں رہے۔ وہ بلا شبہ موجود ہیں اور پچھلوں سے زیادہ صلاحیتوں کے حامل بھی ہیں۔ نئی تحریریں دستیاب نہیں تو اس میں ادارہ کی اپنی کوتاہیوں کو زیادہ دخل ہے۔ ان کو دور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس تحریر کا اصل مقصد ارباب علم ودانش تک یہ گزارش پہنچانا ہے کہ ***المعارف*** اور ادارہ ثقافت اسلامیہ دونوں ان کی نگارشات کے منتظر ہیں۔

☆☆☆☆☆

المعارف کے زیر نظر شمارے میں پہلا مضمون اقبال اور اعتراف اقبال، اسلم کمال صاحب کے قلم سے ہے۔ یہ اُس لیکچر پر مشتمل ہے جو اسلم کمال صاحب نے سالِ رواں کے خلیفہ عبدالحکیم میموریل لیکچر کے طور پر دیا تھا۔ انہوں نے علامہ صاحب کی حیات وافکار کے پس پردہ ایک نیا عامل ڈھونڈنا چاہا ہے۔

موجودہ شمارے کا آخری مقالہ **شواہد الالہام** بھی خصوصی توجہ کا طالب گار ہے۔ اس کے مصنف مولانا الطاف حسین حالی ہیں لیکن وہ مولانا کی دیگر تحریروں کے مقابلے میں گمنام رہا

اقبال اور اعترافِ اقبال

اسلم کمال

سامعین! حکیم الامت علامہ اقبال نے اپنی شدید پریشانی یوں بیان فرمائی ہے:

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیل

مفکر اور شاعر علامہ اقبال نے شاید اس عذابِ دانشِ حاضر کے ردِ عمل میں اپنے مجموعۂ کلام ''ضربِ کلیم'' کو دورِ حاضر کے خلاف اعلانِ جنگ قرار دیا ہے اور اسی دورِ حاضر کا تعین کرنے کے لیے کافی اشارے ہمیں ضربِ کلیم کے موضوعات سے معاونت کرتے مل جاتے ہیں اور اسی دورِ حاضر کے شب و روز اور ماہ و سال کی نمایاں ترین شناخت ایک ٹھوس زمینی حقیقت کے طور پر تاریخ کی باوثوق گواہی میں جو سامنے آئی وہ پہلی عالمی جنگ ہے جو اتفاق سے علامہ اقبال کی پہلی فارسی تصنیف ''اسرارِ خودی'' کے سالِ اشاعت 1914ء میں شروع ہوئی اور مزید اتفاق سے دوسری فارسی تصنیف ''رموزِ بے خودی'' کے سالِ اشاعت 1918ء میں انسانی شہروں کی تباہی اور انسانی لاشوں کے ڈھیر پر ختم ہوئی۔ اس کے انہی خوفناک نتائج کی بنا پر جس دوسری ممکنہ زمینی حقیقت کی طرف اشارہ علامہ اقبال کے پہلے اردو مجموعۂ کلامِ بانگِ درا میں یوں ملتا ہے: